عالیہ بخاری

دل آئینہ سا تھا

اس پر آسائش گھر سے نکلنے تک سب کچھ بالکل ٹھیک ٹھاک ایک دم پرفیکٹ کنڈیشن میں تھا۔

لانڈری سے تازہ دھلے کلف شدہ سوٹ کی مانند۔ ساری گڑبڑ سیاہ گیٹ سے گاڑی نکلنے کے بعد شروع ہوئی۔ گیٹ پر موجود دونوں گارڈز نے جس پھرتی سے انہیں سلام کرتے ہوئے گیٹ کو کھولا تھا۔ اس پر حسب معمول انہوں نے اپنی اہمیت کے احساس کا مزہ لینے کی کوشش ہی کی تھی کہ وہ کھڑکھڑاتا ہوا رکشہ عین گیٹ کے سامنے آکر رکا۔

نادرہ بیگم کا دل دھک سے رہ گیا۔

توقع کے عین مطابق رکشہ میں آپا بتول اور جمال آرا ہی تھیں۔ سادہ سے ڈھلے ڈھلائے چہرے اور پلکن کی آف وائیٹ چادریں۔ انہیں دیکھ کر ماضی کی ساری بوسیدگی پل بھر میں سامنے آکھڑی ہوتی اور یہ جھک مگ کر تاحال پس منظر میں جانے لگتا۔

"ارے آپا بتول آئی ہیں۔"

برابر والی سیٹ سے مظہر صاحب کی آواز پر دل جل کر مزید خاک ہو گیا۔ وہ اپنے "مسرالیوں" کی آمد پر ایسی طرح خوش ہوا کرتے تھے۔ بیگم کے موڈ پر ذرا بھی توجہ دیے بغیر وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر آپا بتول کے خیر

ناولٹ

مقدم کے لیے رکشہ تک پہنچ چکے تھے۔

اس سرپرائز مصیبت کو جھیلنا ہی تھا۔

ایک گہری سانس لیتے ہوئے نادرہ بیگم نے فوری فیصلہ کیا اور خود بھی گاڑی سے اتر گئیں۔ فوری فیصلہ کرنے کی صلاحیت کا انہیں زندگی بھر بڑا فائدہ رہا تھا۔ ترجیحات طے کرنے میں ہمیشہ بڑی آسانی رہی تھی اور انہیں ترجیحات طے کرتے رہنے سے عشق تھا۔ مظہر صاحب کا رشتہ آنے پر انہوں نے بڑی آسانی سے ان آنکھوں والے ساجد پر ایکٹ دے ڈالی تھی۔ جو پچھلے چار سالوں سے ان کے عشق میں مبتلا تھا۔ کیا تھا جو مظہر صاحب عمر میں ان سے بڑے تھوڑے سے موٹے اور تھوڑے سے گنجے تھے۔ بہت ساری چیزیں ان کے پاس ایسی بھی تو تھیں۔ جو ساجد ساری زندگی کما لینے کے بعد بھی

UrduPoint.com

خواہ میں کسی دیکھنے کے قابل نہیں ہو سکتا تھا۔
زندگی میں کچھ کے لیے کیا نہیں سے زیادہ
اہمیت رکھتی ہے۔ کچھ پانے میں ہی کامیابی کا راز
پوشیدہ ہے۔ انہوں نے یہ گر بہت کم عمری میں ہی پا لیا
تھا۔

پہلا فیصلہ سمجھ داری کے ساتھ ہوا تھا۔ آگے کی
ساری زندگی میں سارے فیصلے' ساری باتیں خود بخود
ترتیب پا ہو گئیں۔ چھوٹے بڑے خانوں میں بٹی
مصلحتیں' تعلقات اور رشتے داریاں' اور اس سارے
نظام میں ایک چھوٹا سا چور خانہ جو ماضی کی سمت کھلتا
تھا۔ کپا جتول کے گھر آنے کے ساتھ منسلک تھا۔

"السلام علیکم کپا! اچھی تو ہیں؟" انہوں نے نرم
بھالی۔

"ہاں اللہ کا شکر ہے۔ بہت دن سے تمہیں دیکھنے
کو دل چاہ رہا تھا۔ لیکن بس روڈی مل جاتا۔ آج میں
نے صبح ہی پکا ارادہ کر لیا تھا۔ صبح ہی تمہارے بھائی اور
بہو دونوں ہی کو۔"

مگر ان کی محبت بھری تفصیل سے ذرا بھی متاثر
ہوئے بغیر نادرہ بیگم نے ان کی بات کاٹتے ہوئے وہی کہا
جو وہ دے گر کے گاڑی سے اتری تھیں۔

"بھلیا ہے کپا! کہ اس وقت تو ہم لوگوں کو بہت
ضروری کام سے جانا رہا ہے۔ آپ آنے سے پہلے
کہیں سے فون کر لیتیں تو بہتر رہتا نہ ہوتی۔ گھر پر
ایسرن بھی نہیں ہے جو آپ کو کچھ کھنی دے دیتی۔"
نرم لہجے میں رکھائی بھرے الفاظ نے بھی کپا جتول کو
بد مزہ نہیں کیا۔

"نہیں نہیں۔ تم لوگ جاؤ اپنے کام سے۔ بس
تمہیں دیکھ لیا جتول کو اطمینان ہو گیا۔ اے بھائی رکشہ
والے آدرا تھوڑا ہے کو مزید اطمینان دلایا۔
کو شہرا کر نادرہ بیگم نے مزید اطمینان دلایا۔
آرا! یہ لفن پکڑے کھڑی ہے۔ خالہ کو دے اپنی۔
گاجر کا حلوہ ہے تمہارے لیے بنایا تھا۔"

"آپ نے خوامخواہ ہی تکلیف کی۔ میں تو ویسے بھی
میٹھا کم ہی کھاتی ہوں۔ کرم دین!"

انہوں نے ہاتھ ہوتے ہوئے اسٹیل کا ٹفن کیریئر پکڑا اور گیٹ پر کھڑے گارڈ کو تھما دیا۔

"یہ لو اندر رکشہ میں پہنچا دو۔"

کپا جتول کی سوچ میں اسی قسم کی ہوا کرتی
تھیں۔ جہاں آرا کے ہاتھ کا پکا ہوا وہ ہفتہ وار رات کا
وہی کھانا پکانے لگے پانے' ملیر کے امرود اور
ٹوکری۔

اور ہر سوغات کے ساتھ شرمندہ کرتا ایک فقرہ۔

"کس قدر شوق سے کھاتی تھیں تم امرود سلاد
کرتے تھے ڈاکٹر نے منع کرنے کے بعد بھی
ہی کھا جلیا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ تو ایسا ہوا۔"

یا۔

"منظر بھائی! کیسی پرسوں میں سے کچھ پالے کا کھانا
تھا تو نادرہ سے پہلے تو کسی کو کھانے نہ دیتیں۔ سارا
کی پسند کا سب سے زیادہ خیال رہتا تھا انہیں۔"

منظر صاحب کا تو معلوم نہیں لیکن خود نادرہ بیگم
اپنے شادی سے پہلے کے حوالے بن کاذکر بے حد کھٹکتا۔

"تو پھر چلیں۔ آپ کو گھر چھوڑ دیتے ہیں۔ راستے
میں کچھ باتیں ہی ہو جائیں گی۔"

منظر صاحب ہمیشہ ہی کسی نہ کسی طرح ان کے
کی تلافی کرنے کی کوشش میں رہا کرتے تھے مگر
وقت تک کپا جتول نادرہ بیگم کو ایک بار پھر گلے لگا کر
رکشہ میں بیٹھ چکی تھیں۔ بڑے تحمل سے انہوں نے
منظر صاحب کی پیش کش کو رد کر کے انہوں نے بھائی
آرا کو آواز دے لی۔

"ارے! کیوں کھڑی ہے۔ "آجا بیٹا! خالہ کو جلدی
دیر ہو رہی ہے۔"

آرا نادرہ بیگم کے قریب کھڑی تھی اور
ان کے خیال میں ان کے قیمتی لباس کو بڑے معروضانہ
انداز میں دیکھ رہی تھی۔ ہڑبڑا کر منظر ہی متحرک
کچھ کہتی رکشہ کی طرف بڑھ گئی۔ شاید "خدا حافظ"
خالہ کہا تھا۔

جہاں آرا ایسی ہی تھی جیسی بہت سی لڑکیاں بہار
طور پر ہوتی ہیں۔ بس والی چپ چپاتی۔

منظر صاحب کو خوش اخلاقی کی بیماری تھی اور تھوڑا
زیادہ مخلص بھی تھا بھی دیر رکشہ کے پاس چند منٹ
رک کر انہوں نے سب کی خیریت پوچھنا
ضروری سمجھا۔

"بھائی صاحب کی طبیعت کیسی ہے؟ کام کیسا چل
رہا ہے؟"

"وہ تو ٹھیک ہے۔ ان کی اتنی توجہ ہی بہت خوش کر
دیتی ہے کپا جتول کے لیے ان کی اتنی توجہ ہی بہت خوش کر
دیتی تھی۔ اپنے اس امیر کبیر بھتیجی کی انکساری
پر وہ دل ہی دل میں بھی گن گا لی تھیں۔

"منظر صاحب تمہارے آج کل ٹھیک نہیں
لگ رہے ہیں نا۔ بوڑھوں کا دور پریشان کر رہا
ہے۔ عمر ہی ہوتے ہیں زیادہ تر۔ تمام تو ان کا اسکول میں
بچوں کے وقت ہی اچھا چلتا ہے۔ جب بچے
گھروں کو جاتے ہیں کتابوں پر۔ باقی دنوں میں تو بس۔
ہیں۔ رشتہ والا اپنی رکشہ اسٹارٹ کر چکا تھا۔ سو کپا جتول
کی بات کرنے کے لیے تھوڑا سا اونچی آواز میں بولنا
پڑا۔ ارد گرد سے کچھ لوگ نکل رہے تھے۔
ان پر بھی ایک نگاہ اس آواز پر اس طرف ڈالی
گئی۔

نادرہ بیگم کو ایسا لگا جیسے دسمبر کی سرد ہوا میں گرم لوکا
کے تھپیڑے آ لگا ہو۔

"وہ یہیں نے بھی سنا اور یہ گارڈ بھی کان بند
کر کے نہیں بیٹھے ہیں۔" انہوں نے خود ہی فرض
کر لیا اور مرے مرے قدموں سے گاڑی میں آ بیٹھ
گئیں۔

کپا جتول کے حوالے پر وہ شرمندہ شرمندہ سی
خود ہی الجھن میں مبتلا ہوئی بیٹھی تھیں۔ جب منظر
صاحب نے ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر ان کے پاس
آ بیٹھے۔

رکشہ خاصی دیر کے لیے کپا جتول کے ساتھ
ہو گیا تھا۔ بے چاری کتنی دور سے آئی تھیں۔ کم
از کم دو پہر کا تو کرایہ میں ہی خرچ ہو گئے ہوں
گے۔

نادرہ بیگم خفا تھیں۔

یہاں انہیں کی عزت پر حرف آیا تھا۔ وہ سو
روپے کا کیا کر رہے تھے۔

"بیگم سیف اللہ کی کافی پارٹی میں پہنچنا بہت اہم
ہے۔ ہماری این جی او کے اگلے پراجیکٹ پر ڈسکشن
ہونا ہے اور پچھلے فنڈز کے بارے میں۔"

"وہ تمہاری سن ہیں نادرہ!"

"خالہ زاد بہن!" انہوں نے تیزی سے تصحیح کی۔ مگر
منظر صاحب نے جیسے سنا ہی نہیں۔

"تمہاری پرورش' تعلیم' شادی سب کچھ ان ہی
کے ہاتھوں ہوئی ہے۔ بہت حق بنتا ہے ان کا تم پر۔
مجھے تو سخت شرمندگی محسوس ہوتی ہے بعض وقت۔
کتنی محبت سے وہ اس وقت تلی تھیں۔ اور کس بے
مروتی کا تم نے مظاہرہ کیا ہے۔ ذرا سوچو!"

سوچنا وہ چاہتا تو انہیں کیا تھا۔ منظر صاحب کے موڈ
بگڑنے کا خدشہ نہ ہوتا تو ایک کرارا سا جواب ابھی بھی
حاضر ہو جاتا۔ مگر اس رعونت بھری دھڑکے سے
گزاری جانے والی زندگی میں منظر صاحب کا مزاج
گلاب کے پھول کے ساتھ کانٹوں کی موجودگی والی
مثل بار بار یاد دلاتا تھا۔ انہوں نے سونے کا نوالہ کھلا کر
شیر جیسی نظر نہ سہی کبھی کبھی اصطبل عدالت قائم
کرتے رہنے کا شوق ضرور پورا کیا تھا۔ سو برسوں کی
ریکس کے بعد اب وہ ان کے غصہ کو طرح دینے اور
سیکنڈوں میں بات کا رخ موڑ دینے میں بھی ماہر ہو چکی
تھیں۔

چند منٹ کی خاموشی کے بعد جتول بالکل نارمل
تھا۔ لیکن دل میں ایک چبھن سی باقی تھی۔ یہ چبھن کپا
جتول سے مل لینے کے بعد کئی دن تک بے چین رکھتی
تھی۔ ان کا بس چلتا تو گھر کے کونے کھدروں سے
نکالے گئے کانٹے کباڑ کی طرح کپا جتول سے بھی ہمیشہ
کے لیے نجات پا لیتیں۔ اور اپنے طور پر انہوں نے ایسا
کرنے کی بھرپور کوشش بھی کئی بار کر ڈالی تھی۔ مگر ایسا
کبھی بھی تو ممکن نہیں ہو سکا۔

"اماں نے آخری وقت میں نادرہ کا ہاتھ میرے ہاتھ
میں دے کر وعدہ لیا تھا۔ اب آخری سانس تک میں

بھی اس حد کو پھلانگ گی۔ فقط ماتھہ۔"

وہ کہہ کر خاموش ہو گئی جملہ ادھورا تھا۔ آخر کیا باتیں ہی کچھ بھی نہیں کیں اتنی کہ اب انہیں ان کی ضرورت کیوں نہیں رہی کہ اب انہیں ان کی کہ اب انہیں ان کی ضرورت نہیں ہے۔ اور ضرورت تو پہلے بھی نہیں تھی بس چند سال طاقت کا فقط۔۔۔ وقت کٹ جاتا تھا۔

ابا کے انتقال کے بعد سے ای بڑی بہن کے ساتھ رہ رہی تھیں۔ اچانک ہارٹ فیل کے سبب وہ ہوا ہوں میں تو خالہ خود بکھری آنکھیں جماعت میں پڑھتی بانو کی سرپرست بنیں۔ بڑی خالہ "یا اماں کی والدہ تھیں اور خالہ جنہیں ان کی دیکھا دیکھی نادرہ بھی امی اور ابا کہنے لگی تھیں۔ اور ان لوگوں کے بعد ہی تھی شادی شدہ تھا جاتا اور ان کے میاں۔ نادرہ بیگم کی خوش بختی کہ آسائش کی کڑی دھوپ جو اپنے لمحوں کے ہوش اڑاتی ہے۔ انہیں اس کی تپش کا ذرا بھی تجربہ نہ ہوسکا۔

کوئی نہ کوئی مہمان لگا سایہ بیٹھ ان کی پناہ گاہ ہوا مگر نادرہ بیگم کے محسوسات ذرا الگ سے تھے۔

ایک سوچ کر کے اس گھر میں گزاری گئی زندگی کو وہ بیٹھ "آن کی مدت" قرار دیتی تھیں۔ جہاں دو سر اور رات کو ایک بستر سے کام چلانے کی کوشش کی جاتی تھی۔ اور جیسے ہی بگڑے والی سب سے سستی سبزیوں کا کمی ٹیشن بنانے میں سلیقہ سمجھا جاتا تھا۔

اپنی خوش بختی کا اک نقطہ آغاز وہ کالج کے اس فنکشن کو سمجھتی تھیں جہاں مظہر صاحب کی نظر ان پر پڑی تھی اور وہ اصل حسین چہرے کے اسیر ہوئے تھے۔

آگے کے سفر کے لئے وہ الجھا ہوا جس کی امی ہر ہفتہ روز بعد بھوپی پھیلا کر چلی آتی تھیں اور ہر بار وہ فرمائشیں جاتی تھیں "ایک دم ہی نادرہ بیگم کو ہر بات کھلنے لگی تھیں خوش قسمتی نے ان کے دروازے پر دستک دی تھی۔

وہ دروازہ نہ کھول کر احمقوں کی صف میں اپنا نام

نہیں لکھوانا چاہتی تھیں سو آگے۔

UrduPhoto.com

کامیابی در کامیابی!

☆ ☆ ☆

بیگم سیف اللہ کے ہاں کل شام کی محفل بارش کی ہے یہ بہت خوشی کا سبب بنی تھی۔

دکی علاقوں میں لڑکیوں کا تناسب بہت پسماندگی بنیادی تعلیم کی فراہمی کا ایک مربوط پراجیکٹ سکر ہوا۔ اور اس پراجیکٹ کے کچھ علاقوں کے لئے فنڈز کی فراہمی ہونے ہی کام شروع ہو جانا تھا۔

خود کو منوائے جانے کا نشہ اپنا الگ ہی ہے۔ مظہر صاحب کے چہیتے پھولتے ہیں۔ مقابلے میں بھی فی الوقت تو انہیں اپنا ہے ذرا زیادہ معتبر اور معزز محسوس ہو رہی تھی۔

وہ مغرور مغرور سی ہوئی مظہر صاحب کو اپنی کار کی کچھ مزید ضروریات بتاتے ہوئے ساری تھیں ہی اسپرین لاؤنج میں آئی۔

"ہی! مجھے کچھ چیزیں لینی ہیں۔ آپ مجھے چلیں نا بازار۔ میں آپ سے کتنے دن سے کہہ رہی ہوں۔"

اس نے ان کے نزدیک بیٹھ کر تھوڑے روٹھے اپنی بات دہرائی۔ گمرہ ان سنی کرتے ہوئے اپنا بیان جاری رکھے ہوئے تھیں۔

اسپرین خاموشی سے ان کے چہرے کو تکتے گئی۔ مغروری میں ساتھ ایجوکیشن کنسرن میں لڑکیوں ریشو کے بارے میں ایک کانفرنس وہ حاکم میں ہوئی تھی۔

"ہاں ہاں میں کوئی کہہ رہا ہوں۔"

اسپرین کو لے کر جانا کریں نہیں چلی جائیں اس وقت تو بالکل فالتو ہو۔ "مظہر صاحب کو اپنی خطرناک اور ذرا جانا اچھا نہیں لگا اور نادرہ بیگم کو پیار کانے جانا۔

"سارا دن گھر پڑا رہ کر میری بیٹی تو بالکل

UrduPhoto.com

تو اپنے ساتھ کہیں نہیں رکھتیں بانو؟ اس بھی ملنے کا ور تمہاری کافی طلب بھی رہتی ہے۔"

کھل کر وہاں اس کے انٹرسٹ کے لیے کچھ بھی جو ہے وہاں ایک کانفرنس والا کام ہوا ہے۔"

میں ہے۔ پراجیکٹ کی تجویز کو فوراً ہی رد کیا اسٹاف کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی ملامت سے اور اسپرین کے پیدا ہوئی تو میری چند فرینڈز آ رہی ہیں۔ سمجھا ہے کہ اس کے اب میرا کمرہ ہیں لوگوں کا کون آپ کا ہے۔ تم ڈرائیور کے ساتھ چلی جاؤ اور ضروری ہے۔ تم لے جانے اپنی چیزوں ہی چیزوں کو بھی ساتھ لے لو۔ نہیں تو مجھے کی سیٹ کرلے وہ میں جس وقت بھی باہر گاڑیوں کی ضروری سب چیزیں لے لوں گی۔"

"اچھا پھر آپ ہی لے آئیے گا ہی!"

اسپرین بیٹھ سے ان کی فرمانبردار سی۔

"نہ شہ۔ تکرار نہ فرمائش نہ ضد۔"

ہاتھ کر جانے لگی تو ذرا سا ٹوک گئی۔ سامنے پڑی سری کا سہارا لیتے ہوئے اس نے خود کو سنبھالا اور پھر بڑھ کر ان کی چال چلتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔

نادرہ بیگم کے لبوں سے ایک ٹھنڈی آہ ابھری۔

"کیا ایک گھڑی ایسی ہوتی تھی جب انہیں قسمت نے ناکامی خوش دل نہیں کیا تھا۔"

اسپرین کے کالج کا فنکشن انہیں اپنی درخشاں قسمت کے لگا تھا اگر ان محسوس ہونا تھا جسے وہ زمانے کی لبوں کے سامنے کم سے کم آنے کی اجازت دیتی تھیں۔

"میں اکیلے رہ کر تو وہ بالکل اعتماد کھو دے گی۔ نہ تو ذرا پاس نام ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے بھائی کو اس کو دلانے۔ تم کو لوگوں کی ہزار ایکٹی ویٹیز ہیں۔ کیا تھا اگر تھوڑی سی دیر کے لیے اسے باہر لے جاتیں۔"

مظہر صاحب کے لہجے میں دبا دبا سا غصہ محسوس ہونے لگا تھا۔ نادرہ بیگم کو خدشہ ہونے لگا کہ اضطرابی بات۔ بس بیٹھی ہی بیٹھی۔

اپنی صفائی کے لیے انہوں نے ابھی لفظ ترتیب دینا چاہے تھے کہ مظہر صاحب نے اسپرین کے معاملے میں ان کی چارہ جوئی مزید کو ناپسند گردانا۔

انہیں بیٹی سے بے حد محبت تھی۔ اس کی معصومیت اور سادہ اطوار اسے ان کے دل کے قریب بے حد قریب کرتے تھے۔

"ہمدرد ہوگا۔ آپ اپنی ساری سرگرمیاں کچھ عرصے کے لیے ملتوی کر کے اسپرین کے لیے کوئی اچھا سا رشتہ ڈھونڈنے میں لگ جائیں۔ اب اس کی شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

اپنے طے کر دیا تھا وقت وہ یونہی کپ جنگ سے منگنی شروع کر دیتے تھے۔ نادرہ بیگم کی ساری کامیابی دھندلانے لگی۔

"ہوتے ہی رشتے اتنی آسانی سے نہیں مل جاتے لوگ سب باتیں دیکھتے ہیں۔ اپنی مقامات اور حیثیت والی ایسی کو بھلا کر انہوں نے تھوڑا سا سوچ کر کہنا چاہا۔

مظہر صاحب کے لبوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ ابھری اور وہ بڑے تھکے سے لہجے میں بولے۔

"کیوں؟ آپ کو تو بڑی آسانی سے مل گیا تھا اچھا رشتہ۔"

"مجھے بھی کب آپ نے دیکھ کر پسند کرکے اپنی زندگی میں شامل کیا تھا؟ میری حیثیت میں کسی طرح کی کمزوری یا مضطروری نہیں تھی۔"

انہوں نے ہاتھ میں پکڑی پیالی کو ٹیبل پر پٹختے ہوئے اس ناقابل برداشت طنز کا جواب دیا۔ اور مظہر صاحب کے ری ایکشن کے لیے پوری طرح سے تیار ہو گئیں۔

مخالف توقع وہ بالکل بھی نہیں بھڑکے۔ چند لمحے ان کے چہرے کی طرف دیکھتے رہے پھر اسی دھیمے ٹھنڈے لہجے میں بولے۔

"اسپرین تو صرف چلنے میں تھوڑی سی دشواری ہی محسوس کرتی ہے نادرہ۔ میں تو انہیں بھی معذور نہیں سمجھتا تو ساری زندگی وہیل چیئر پر گزار دیتے ہیں یا جو بن نہیں سکتے؟ دیکھ نہیں سکتے۔ بشرطیکہ ان کا ذہن بصیرت سے حس نہ ہو ہو؟ اصل معذوری تو سوچ ہوئے ضمیر اور مُردے دل والوں کی ہوتی ہے۔ جس میں تم مبتلا ہو۔"

ان کے گرد رہ کے لاتعلقی کی دیوار اٹھا کر دولت کی
سے جا پہنچے تھے۔
کچھ ہی عرصے تک وہ نادرہ بیگم اس انجانے حصار میں
یوں ہی بے کل سی رہیں۔ پھر وہ بھی مطمئن ہو گئیں۔ اتنے
عرصے تک امیر افضل مظفر صاحب نے ان کے لیے
استعمال نہیں کیے تھے۔ سو انہیں برداشت کرنا بھی بڑا
وقت طلب ثابت ہوا تھا۔

تھوڑی دیر بعد انہیں کاریڈور میں سے امیرن کے
ہنسنے کی آواز آئی۔ مظفر صاحب اس سے کچھ کہہ رہے
تھے۔

"امی! میں ابو کے ساتھ بازار جا رہی ہوں۔ آپ کو تو
کچھ نہیں منگوانا؟" امیرن لاؤنج کے سرے پر کھڑی
پوچھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر باپ کی توجہ کا نشہ
ہویدا تھا۔

"نہیں۔" انہوں نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے
تو اگلے ہی اخبار سامنے پھیلا لیا۔
وہ مطمئن سی واپس مڑ گئی۔
چند منٹ بعد وہ لوگ جا چکے تھے۔

بی اماں فرصت ہی فرصت تھی۔ ابھی ابھی
ہونے والی بے عزتی پر اچھا خاصا کڑھ لینے کے بعد
انہوں نے یہی نتیجہ نکالا کہ مظفر صاحب سے ان کی
کامیابیاں برداشت کرنا مشکل ہو رہا ہے۔ سو ساری
ٹینشن اسی کی ہے۔

"اب اس احساس کمتری کا بھلا کیا علاج ہو سکتا
ہے؟"

انہوں نے لاپروائی سے سر جھٹک کر خود کو
سارے رنج اور شرمندگی سے آزاد کیا۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ ملازمہ ریسیور کرنے
کے لیے آئی [illegible]
ہوئے خود ٹیلی فون اٹھایا۔ دوسری طرف نزہت احمد
تھیں۔ وہ کل کی میٹنگ میں شریک نہیں ہو سکی
تھیں۔ نادرہ بیگم کی شہرت سے ان سے کچھ جلتی بھی
تھی۔ سو اپنی ڈائریکٹری کی خبریں زیادہ کے سنانے
میں لطف آتا۔

"میں نے تو وقت منع کیا مگر بیگم سیف اللہ تو پیچھے ہی
پڑ گئیں۔ آخر انہی کا دل رکھنا پڑا۔"

پھر سیف اللہ کو جتوانے میں آپ نے کے لیے ان کو
وقت اور کتنی محنت صرف کرنی پڑی تھی۔ اس کا علم
کے سارے حلقہ احباب کو تھا۔

دوسرے ٹیلی فون پر موجود خاتون بھی کم نہیں تھیں
۔ زیادہ دیر ان کی لن ترانیاں سننا ان کی برداشت سے
بھی باہر ہو رہا تھا۔

"چلیں آپ کی محنت کا کچھ تو صلہ ملا اور بیگم
سیف اللہ تو ویسے بھی مشہور ہیں اپنے قریبی لوگوں کو
نوازنے میں۔"

اپنی بات کہہ کر انہوں نے کسی دوسری مصروفیت کا
حوالہ دے کر فون بند کر دیا۔
نادرہ بیگم مسکرا دیں۔

ایک بڑی کمینی سی خوشی دل میں مچلتی جا رہی
تھی۔ لوگ ان سے کس طرح جل رہے تھے۔ یہ
کامیابی کی سب سے بڑی دلیل تھی۔

"خیریت امی! اکیلے اکیلے مسکرایا جا رہا ہے؟"
سامنے صفوان کھڑا تھا۔ ان کی زندگی کی سب سے
قیمتی متاع۔ اسے دیکھ کر ان کے چہرے کی مسکراہٹ
اور گہری ہو گئی۔

"تم کہیں جا رہے ہو کیا؟" اس کے ہاتھ میں گاڑی
کی چابی دیکھ کر انہیں بھی اپنی [illegible] کے باہر
جانے کا خیال آیا۔

"کیوں؟ آج والد صاحب کو تکلیف نہیں دی [illegible]
رہنے دیں آپ۔"

"والد صاحب اپنی صاحبزادی کو آؤٹنگ پر لے
گئے ہیں۔" صفوان نے اپنے خوبصورتی کے ساتھ [illegible]
بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے سامنے لگے
آئینے میں اپنا عکس دیکھا۔

"آپ کی بیٹی؟ لگتی تو آپ بھی ابو کے سامنے
امیرن جیسی ہی ہیں۔"

وہ شرارت سے مسکرایا۔ تو وہ بس اسے گھور کر
رہ گئیں۔ بیٹے کا یہ مزاح بھی انہیں اچھا بھی بہت لگا۔

"ابھی آئی، ابھی چیک کر کے آتی ہوں۔"
[illegible]
صفوان کو ایک دم امیرن [illegible]
[illegible]

ایک روز صفوان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھے ہوئے درمیان
میں مظفر صاحب اور امیرن کی طرف چلا گیا۔ آج امیرن
[illegible] صفوان کی شادی
[illegible]

تعلیم مکمل کرنے کے بعد پچھلے چند سالوں سے وہ
مظفر صاحب کے ساتھ مظفر صاحب کا ہاتھ بٹا رہا تھا۔
[illegible] کوئی بڑی ذمہ داری سونپ دی تھی۔
[illegible] بھاری ہونے لگے۔
خوبصورت اور دولت مند بیٹا اس کے
لیے کوئی لڑکی کہاں بیاہ سکتی تھی۔
انہوں نے اس کے لیے دل ہی دل میں اپنے
حلقے کی ساری لڑکیوں پر ایک نظر ڈال لی تھی۔

اگلے چند روز بس یونہی سے گزرے۔
مظفر صاحب کے ساتھ ایک بے کار سی سرد جنگ
جاری تھی۔ وہ چار رسمی سی باتیں ہو جاتیں اور بس!
اصل میں دونوں ہی بے حد "مصروف" شخصیات
تھے۔

♥ ♡ ♥

ایک روز آپا بتول کا فون آیا تو پتا چلا کہ مظفر صاحب
اور امیرن ان کے گھر ہو کے آئے تھے۔
"اتنی خوشی ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ مظفر تو بہن
ہی چلی تعریف امیرن جیسی بچیاں بھی کہاں دیکھنے
میں آتی ہیں۔ ماشاء اللہ بہت اچھی تربیت کی ہے تم
نے۔"

نادرہ بیگم ہری ہری ہوتی رہیں۔
یہاں اور بھی دونوں کی تعریف میں ان کا کوئی کسر
باقی نہیں تھا۔ کوئی ایسی خاص خوشی بھی شاید اسی
لیے نہیں ہوئی۔

"آپا بتول! ان کی طبیعت کافی خراب رہی تھیں جس
کی خرابی کی وجہ سے" مظفر صاحب کے بقول وہ نہیں آسکی
تھیں۔

"میں تو فوراً ہی تمہیں دیکھنے آنا چاہ رہی تھی مگر
مظفر نے منع کر دیا۔ وہ اصل تمہارے معاملے بھی تم
کل بیمار ہیں۔"

"نہیں نہیں آپا! میں ٹھیک ہوں اب۔ آپ فکر نہ
کریں۔"

انہوں نے جلدی سے بات کاٹ دی۔ آپا بتول کے
آنے کی ٹینشن الگ اچھلی بھی ان کے لیے آسان
نہیں ہوتا تھا۔ وہ ان کی لو سے بات کیا کرتی تھیں۔ سو وہ
چار اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے فون بند کر دیا۔

نادرہ بیگم کو بری طرح تاؤ آ رہا تھا۔
اس طرح انہیں مکمل طور پر نظر انداز کر کے آپا
بتول کے ہاں جانا کیا ثابت کرتا تھا۔
مظفر صاحب پر تو بس نہیں چلتا تھا۔ ہاں امیرن کی
انہوں نے خبر لے ڈالی۔

"تمہیں آپا کے گھر جانا بہت ضروری تھا کیا؟ میری کوئی
اہمیت کوئی وقعت نہیں تمہاری نظر میں؟"

امیرن بے چاری سخت گھبرا سی گئی صفائی پیش
کرتی رہی۔ مگر ان کا غصہ کم نہیں ہوا۔

"کمال ہے بھئی رشتے دار میرے میں ملوں نہ ملوں
کسی کو مطلب لگتے ہیں۔ کس سے کتنا ملنا ہے اور
کس کو کتنے فاصلے پر رکھنا ہے۔ مگر یہاں تو رشتے
داریاں نبھانے کا شوق چرایا ہوا ہے۔"

"خالہ تو بے چاری بہت اچھی ہیں امی!"
امیرن نے جھجکتے کہا تو وہ اسے گھور کر رہ گئیں۔
ان کی کسی دوست نے آج ایک بہت ہی اچھی لڑکی
دکھانے کے لیے کہا تھا۔ انہیں وہاں جانے کی تیاری
بھی کرنی تھی۔ بقیہ ناراضی دوسری قسط پر ملتوی کر کے
وہ اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

یہ لڑکی واقعی بہت اچھی نکلی۔
ان کی آرزوؤں کے عین مطابق بلاشبہ حسین اور

UrduPhoto.com

یہ اصل منصوبہ بندی کی اگلی کڑی تھی اور اس کے بھی تین حصے تھے۔ بانو بیگم کو پہلی منزل تک لانا تھا۔ انکار کی صورت میں بیگم کو پہلی منزل تک بھی لانا تھا۔ اور مظہر صاحب کی بھی سادی فیشن بھی بھال بھال کے۔

"کہانی اچھی لگی تو دس قسطیں سے بھی بنتی ہے۔ اب ہمیں بھی دیر نہیں کرنی چاہیے۔ جلد سے جلد بات آگے بڑھانی ہے۔"

بہت دنوں بعد انہوں نے مظہر صاحب سے نارمل انداز میں بات کی تھی۔ یہ بھی اس سرد جنگ سے شاید تنگ آ گئے ہوئے تھے۔ بانو نے مسکرا مسکرا کر پورا قصہ سنتے رہے۔ مگر جب ان کی بات تمام ہوئی تو بڑی سادگی سے بولے۔

"تم اوھر اوھر کیا دیکھتی پھر رہی ہو۔ صفوان کے لیے تو اتنا گول کی جہاں آرا سے اچھی لڑکی ملنا مشکل ہے۔ مجھے لگتا ہے تو یہ پہلی شروع سے بہت پسند ہے۔"

بانو بیگم ان کی شکل دیکھتی رہ گئیں۔ چند لمحے خاموش بھی رہیں کہ شاید وہ کہیں کہ "میں تو مذاق کر رہا تھا۔ صفوان کے لیے تمہارے انتخاب سے بڑھ کر بھلا کون ہو سکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔"

مگر وہ ذرا بھی مذاق نہیں کر رہے تھے۔ اور بالکل سنجیدہ تھے۔ بانو بیگم کو اپنی طرف دیکھتے پا کر انہوں نے اپنی بات پھر سے دہرائی تو وہ بڑے کرب لہجے میں بولیں۔

"صفوان میرا بیٹا ہے۔ اس کی شادی صرف اور صرف میری مرضی سے ہوئی ہے۔ یہ بات آج کی نہیں تب کی یاد رکھیے گا۔"

شدت جذبات سے ان کی آواز کپکپانے لگی۔ مظہر صاحب کی بات انہیں بری طرح لگی تھی۔ بہتیرا وہ خود اپنی بات کہنے اور دل کی بھڑاس نکال لینے کے بعد بھی مسکرائے جا رہے تھے۔

"چلو بتا دیا نہ ایک بار۔"

بانو بیگم نے مظہر سے کچھ کے بغیر ان کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔ پھر اٹھیں تھکا کر دوسری والی ہی کوئی بات کریں گے۔ مگر اس بار ان کا اندازہ غلط

تھا۔

"صفوان کی شادی تمہاری مرضی سے اور اصرار کی وجہ سے ہوئی ہے۔ ٹھیک ہے۔"

"بالکل ٹھیک۔" وہ ایک دم ہی بھی پھیکی ہو گئیں۔

"لیکن اب۔" کہتے کہتے وہ رکے جس میں وہ دو ٹوک فیصلہ کرنا چاہتی تھیں۔ صفوان کے لیے ان کی پسند کی لڑکی کا فائدہ ہی تھیں۔ صفوان کے لیے ان کی پسند کی لڑکی کے لیے مظہر صاحب کی رضامندی اور اصرار کی وجہ سے رشتے کا وقت طلب مسئلہ ہو گیا تھا۔ دونوں ہی ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"ابھی آگے بڑھتے تو ہم کو اگلے رمضان سندھ وزٹ پر جانا ہے۔ وہاں سے ہو آؤں پھر جہاں کہو گی چلا جاؤں گا۔" مظہر صاحب کے لہجے میں قطعیت تھی۔

بانو بیگم نے مزید بحث کو خلاف مصلحت سمجھتے ہوئے فوراً ہی خود بھی رضامندی دے دی۔

"کچھ ہی دنوں کی تو بات ہے۔" انہوں نے خود کو تسلی دی۔ مگر کمرا کا ماحول ایک دم ہی نارمل ہو گیا۔

مظہر صاحب کی خوش مزاجی، صفوان کے لیے ان کی فکر مندی، بانو بیگم کی معصومیات سب ہی کچھ وہ دیکھ رہی تھیں۔ بانو بیگم نے جب تک وہ اپنی بیٹھ کو لیکر کے گھر میں پانچ دن کے لئے نہ آ جائے نہ روانہ ہوں گی۔

یہ پانچ دن بڑے بیزار کن اور تھکا دینے والے ثابت ہوئے ان کی اُمید کے بالکل برعکس!

کھانوں کے قلیہ و طعام کے سلسلے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی تھی۔ مگر ایک بے حد پر سکون ماحول میں بیٹھ کر کسی چیز کو کھانے کی تکلیف میں تبدیل کر لینے سے بالکل مختلف چیز ہوتی ہے۔

تکلیف دہ سچائیاں چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے دھول اڑاتے قصبے اور ہاری کی سخت مشقت کی بدولت لہلہاتی ہوئی زمینوں کے مالک وڈیروں کے محلوں! جہاں غربت کے مارے لوگ [illegible] کے لیے ہاتھ پھیلا رہے ہوں وہاں طرح طرح کی روشنی پھیلانے کے لیے چند روز کے وزٹ سے بہت کچھ سیکھا جا سکتا تھا۔ یوں جگہ جگہ اسکول بھی ہیں اور رہائشی اسکیمیں بھی۔ مگر اس بار ان کا دل بجھا بجھا سا رہا۔ انہوں نے ان کی بات پر توجہ دی اور نہ ہی ان کے چہرے پر پھیلے دلی سکون کو۔

اپنے طرف سے تھکا دینا، کچھ دیر آرام کرنا چاہا رہی تھیں۔ انہیں رات کو لیٹی فون کالز پر مصروف نہ کرنے کی ہدایت دے رہا ہے کر رہے تھے۔

اچھا خاصا سوچنے کے بعد انہیں تو انہیں کھانا کھلانے لگی۔ بانو بیگم نے یونہی کسی کام کے لیے فرنچ کھلا تو چک سی گئی۔

کھلتے رہیے میں پتلے مصالحے کے بڑے بڑے ڈبے سامنے لگے رہے تھے انہیں سے پوچھا تو وہ جھینپتے ہوئے بولی۔

"پتا نہیں امی! وہ ابو سے پوچھ لیں۔" وہ کہتی ہوئی کچن کی طرف مڑ گئی۔

اس مبہم سی بات کا سرا پکڑے بغیر وہ مظہر صاحب کے پاس آ گئیں۔ تو انہوں نے یہ الجھن دور کرنے میں سیکنڈ بھی نہیں لگایا۔

"انہیں کارشتہ لے کر آئی تھیں۔" "تابعل۔"

"تابعل اور انہیں کارشتہ۔ مگر کس سے؟"

مظہر صاحب بڑے انہماک سے نیکسٹل چیونگر اٹلف دیکھ رہے تھے۔ ان کی بات پر سے نگاہیں ہٹائے بغیر بڑے اطمینان سے بولے۔

"یہ کام کے لیے اور کس کے لیے۔ مکمل کرتی ہو تم کسی جگہ پر بوس والے کا رشتہ تو لانے سے رہیں۔"

وہ ایک سو بیس کز کا گھر اور محض چند ہزار روپے کمانے والا لڑکا۔ بانو بیگم کے ذہن میں تیزی سے گونجا ہوئے۔

"نہیں ایسا نہیں تھا کہ تم کراچی سے باہر گئی ہوئی ہو بغیر اطلاع کے آ گئی تھیں۔ پرسوں شام!"

"ہاں۔ کسی کے گھر جانے کے کچھ میسنرز بھی ہوتے ہیں۔ یہ تو انہیں خبر نہیں ہے مگر آپ نے مجھے فون پر بتایا تک نہیں۔" بانو بیگم کو سخت ناگوار گزرا تھا۔

تابعل کی "جسارت" ناقابل برداشت تھی۔

"یہ کوئی فون پر کرنے والی بات تھی اور پھر ایک دن

UrduPhoto.com

بھرے جو مگری ہوئی تھیں۔"
"تم کیسے نہیں سمجھ سکتیں شاید ہو سکتا ہو۔"
انہوں نے بہت سنجیدہ ہو کر لہجے میں کہتے ہوئے
بیوی کی طرف دیکھا۔ "شاید میں اپنی توہین برداشت
نہیں کر پاتا ہوں۔"
مظہر صاحب چند سیکنڈ خاموش رہے۔ اور جب
انہوں نے اپنی بات دہرائی تو انہوں نے پہلے کی وہی
حالت تک کی اور بحال کر بیٹھتے ہوئے ان کے
چہرے پر نظریں جماتے ہوئے بولے۔
"یہی کہ جو ہم نے آپ کو دی ہے۔ جس وقت دل
چاہے استعمال کر لیا کرے۔ مگر کسی آرٹسٹ کے طور
پر اس کی اہلیت ہے۔"
"اچھا۔" نادرہ بیگم نے ایک گہری سانس لی۔ "تو
میری یہ حیثیت ہے اس گھر میں کہ میری بیٹی کے
رشتے میں اتنا بڑا فیصلہ کرنے سے پہلے میری موجودگی
بھی ضروری نہیں سمجھی گئی۔"
نادرہ ضبط سے ان کی آنکھوں میں آنسو جمع ہونے
شروع ہو گئے۔
"تمہاری حیثیت کو کون چیلنج کر سکتا ہے بھلا۔ یہ تو
گھر کی بات تھی اس لیے میں نے ان کی تسلی کے
لیے کہہ دیا۔ ورنہ ابھی کہتیں تو وہ نادرہ آپا جان
کس قدر خوش تھیں۔ کتنی محبت اور چاہت سے
امیرین کو۔"
مظہر صاحب کی ساری تسلی تشفی کو ورا بھی اہمیت
دیے بغیر وہ ایک دم ہی بھڑک گئیں۔ "آپا جان کے سارے
گھرانے کو بے وقوف بنا کر بھی ان کا دل ٹھنڈا نہیں
ہوا تھا۔ ساری کی ساری عزت کو نہ جانے کیا کیا کر
ڈالا۔"
"سبھی لے رہی تھی ... اور جانتے ہو ... اپنی
رہائے اپنی ... دور کرنے ...
دھونڈا ہے۔"
"لیکن یہ سارا ہنگامہ ... اٹھا ...
صاحب کو جو فیصلہ کرنا تھا انہوں نے کر لیا۔"

جیسی بھی ہوں تقدیر نہیں ہے جو دو ... ہیں
پھر بھی خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اپنی حیثیت
سے کہیں زیادہ ... کو عزت اور ... سے ساری زندگی
بھولے گی ... ان کی زندگی میں کبھی نہیں ہو سکتا۔
گزری زندگی کے کتنے ہی پل پل میں اتر سے
قصے اسی اتفاق کرتے ہوئے انہوں نے خود کو سنبھالا۔
نادرہ بیگم نے بھی ... سکے ... ان کی ... تک تھی۔
"آپ ... کی بات کو سمجھنے کی ... اور بھی کچھ
نہیں ہے۔ جتنی صاف ... بھی محبت کی اور امیرین کو
بھی کے گھر کی ... ذرا کہہ گئی۔"
نادرہ بیگم ایک دھیرے کی مسکراہٹ لیے ہوئے
اٹھ گئیں۔ یہ مسئلہ زیر بحث آتے ہوئے وہ ...
اور اس عرصے میں وہ اپنی ساری ... بار بار سے
بھی ناکام رہی تھیں۔
ریحان کی معمولی نوکری، آپا جان کے گھرانے کا
دقیانوسی ماحول، ان کے میاں کی معمولی سی جاب ساری
کی ساری بھی اتنی اعلیٰ تعلیم یافتہ نہ ہونا ... ان کے
بھی مظہر صاحب کا ہم خیال ثابت ہوا۔
وہ اکیلی کس کس محاذ پر لڑتیں۔
آخر ہار ماننی پڑی۔
امیرین کے آپا جان کے گھر رخصت ہونے کی
دیر تھی اور وہ عرصے ... بدلی اور ٹینشن کے ایک دور
سے گزریں۔
جس ماحول سے وہ برسوں پہلے جان چھڑا کے
خوش قسمتی سے کامیاب رہی تھیں۔ اور اس کا
ذکر بھی آج تک انہوں نے اپنے سرکل میں نہیں
کیا ... سامنے آکھڑا ہوا تھا۔
امیرین کی سسرال کا گل وقوع بتاتے ہوئے ان کی
زبان بار بار لڑکھڑا جاتی۔
"... والد کی ایجوکیشن کیسی کی ہے
... ہے؟"
"ان لوگوں نے ہوٹل میں ارینج کیا ہے؟"
"امیرین کے سسر کا کیسا بزنس ہے؟"
بیگم سیف اللہ کے ہاں کی پارٹی میں ان سوالوں

بس۔ میں تو خود سوچ رہا تھا کہ ہم لوگوں کو کچھ ان کے
پاس چکر لگانا چاہیے۔"
نادرہ بیگم کا بس نہیں چلتا تھا کہ سر پیٹ کر رو دیں۔
"سمجھا کریں مظہر! کوئی بڑی بات نہیں ہے ان لوگوں
کی۔ میں سوچ رہی ہوں لوگ ایسے ہی کا استعمال کرتے
ہیں۔"
"معلوم نہیں کتنا کیش 'ویکیوم' یا بزنس میں
فراست۔ میں کیسے اندازوں کی کیس کی تھی۔"
"ارے تمہیں سوال ہی نہیں پیدا ہوتا؟" وہ سننے
کے لیے بھی تیار نہیں تھے۔
نادرہ بیگم کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔ یہ ان کا
مسئلہ نہیں تھا اگر کہیں امیرین کی شادی ان کی مرضی
کے مطابق ہو رہی ہوتی تو وہ 'خطیبہ' لڑکے والوں کی
ڈیمانڈز سے بچ کر پہلے ہی رنگین ہو تیں۔ مگر سارا کیا
دھرا ہے۔ جنہیں ان کی 'خوش قسمتی' یاد دلانے رکھے
تھے تیار کیے ہوئے تھے۔
امیرین کے نام ایک اپارٹمنٹ تھا مگر انہوں نے
مظہر صاحب کو اس بات پر رضامند کر لیا تھا کہ وہ امیرین
کو یہ فلیٹ شادی کے کم از کم ایک سال بعد دیں گے۔
ان کا خیال تھا کہ اس طرح امیرین کو سسرال سے علیحدہ
کرنا بہت آسان رہے گا اور امیرین کو اصل 'جہیز'
اسی وقت دینے کا ان کا ارادہ تھا۔ فی الوقت بالکل عام سا
جہیز جس میں 'خاندانی' کی چیز' انتہائی گھٹیا پیش تو نہیں
تھیں۔ شادی سے ایک روز پہلے ان کا آپا جان کے گھر
پہنچانے کا پروگرام تھا۔
"مظہر! انہیں آپا جان جہاں آرا کے لیے صفوان
کے رشتے کی شرط لے کر آئی ہیں نا؟"
اب تک کے سارے اندازوں میں یہ سب سے
خوفناک اندیشہ تھا جو انہیں مظہر صاحب کی طرف سے
آیا۔ ان کا منہ کو جاتا دل کا بیچ پل بھر کے لیے رک
گیا۔
اپنی بات کا یہ سلاری ایکشن تھا جو انہیں ملا تھا۔
وہ مزید بد حواس ہو گئیں۔
"اگر ایسی بات کی تو پھر شادی ہو یا نہ ہو بہت

جوڑا دیتی تھیں۔ اگر انہوں نے وہاں جانے میں ہی
دیر کر دی۔
"امیرین کی شادی کی تیاریوں کی وجہ سے میں ان
سے مل نہیں سکی۔ آپ میری طرف سے معذرت کر لیجیے گا۔"
بیگم سیف اللہ کے سامنے یہ کہتے ہوئے وہ
چہرے پر ... مگر کوئی اور چارہ بھی نہیں تھا۔
"اس کی کیا ضرورت ہے۔ نادرہ! ہم بہ ہر ایک
دوسرے کو سمجھتے ہیں۔"
بیگم سیف اللہ ان پر بہت مہربان تھیں۔ نادرہ بیگم
بھی ان کا ہم سوف نہیں کیا۔
کہ امیرین کو بھی ان کے لیے ہر طرح دیکھی تھی۔ صفوان سری
ہی کی طرح ... کی تو انہوں نے ... میں ہو
ان کی ... فون کر کے آپا جان سے پتہ کر دیا ہے ...
لیکن ... ہوئی ہے۔
... ان کی ... دیں رہ گئی۔
امیرین کی شادی سے ٹھیک تین دن پہلے آپا جان کا
فون آیا۔ وہ شام کو اپنے میاں کے ساتھ آ رہی تھیں۔
بہت ضروری بات کرنی ہے۔ نادرہ! مظہر سے کہنا گھر
پہ رہیں۔
نادرہ بیگم کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ ایک تو ان کا
فون آنا اور دوسرے ان کے میاں کا ساتھ ہونا
ویسے بھی بڑی خاص بات تھی۔
"مظہر تو آج کل بہت مصروف ہیں۔ آپ ابھی
بتا دیں کیا بات ہے۔" انہوں نے اپنی الجھن ابھی مٹا
لی چاہی۔
"نہیں کہ بات ہی ایسی ہے بات کرنی ہوں۔
اور یہ باتیں ایسے سرسری نہیں کی جاتیں۔ شام کو آؤں
گی انشاء اللہ۔"
انہوں نے فون بند کر دیا۔
اب تک جو ٹینشن تھی سو تھی۔ اب گھبراہٹ بھی
طاری ہو گئی۔ مظہر صاحب کو آفس فون کر کے بتایا تو وہ
اطمینان سے بولے۔
"اچھی بات ہے اگر آپا اور بھائی صاحب آ رہے

بڑی طرح سے مرعوب کر کے لفافوں کی دونوں سیلیں دے دی تھیں۔ اب اس کی اپنی کوئی حیثیت نہ رہ گئی تھی۔ اور یہی تو آپ اس نظر کی اپنی حیثیت نہ بھلا سکیں۔ اور یہی بات ہوئی۔ نظر صاحب کو بھی کسی نہ کسی طرح سے یہ بات یاد دلانا ہی ہوگی۔ دیکھ لیجئے گا آپ۔"

اپنی بات ٹھوک بجا کر فیصلہ سنانے کے انداز میں ختم کر کے انہوں نے نظر صاحب کی طرف دیکھا۔ وہ اب وہاں رکھا کھانا کھانے میں مشغول ہو چکے تھے۔ پلیٹ میں نکالے ہوئے چاول ختم ہونے تو وہ بڑی سنجیدگی سے بولے۔

"مہرین تو بادل کے گھر بہو بن کر جا رہی ہے۔ اب ہمارا اور ان کا رشتہ بڑا گاڑھا والا بن رہا ہے۔ تم ذرا سے معمولی ان کے گھرانے کا ذرا سی حقارت سے نہ کیا کرو۔ یہ ہماری عادت بنتا جا رہا ہے۔"

نظر صاحب نے اصل بات چھوڑ کر ان کی کلاس لینی شروع کر دی۔ بات کہیں سے کہیں نکلنے لگی۔

تب بادل اور ان کے سیاق جب تک آئے "چھوٹی سوتلی" تھی۔ نظر صاحب کو یہ بات بہت بری لگی۔

"میں نے کہا تھا نا نظر صاحب کہ یہ ہوگا۔ چاہے کتنی بھی معصومیت ہو۔ میری بات اس نے پیش نہ رکھی ہے۔"

تب بادل نے فخریہ انداز میں اپنے میاں کی طرف دیکھا اور پھر نظر صاحب کی طرف مڑتے ہوئے بولیں۔

"یہ کہہ رہے تھے کہ نظرہ جیسے ہی اٹھارہ سال کی ہوگا۔ لوگ اسے لے کر چلتے بنیں گے۔"

"آخر آپ نے اپنے مطلب پر" نظرہ بیگم کے بیٹے میں آہیں اٹھنے لگے۔ اور پھر نظر صاحب کی نہیں اٹھنے لگے۔

نظر صاحب نے "کیا ایسی ہی بات ہے۔"

"ارے نظرہ کو گھر کی خدا کی قسم ہمیں تو اس کی برکت دے۔ یہ تو اس کی چاہت ہے کہ تمہارے لیے ہمارے پاس سختی محبت اور چاہت ہے۔ ہر نماز میں تمہارے لیے دعائیں۔"

وہ ہمیشہ ہی سے دعائیں دینے میں فراخ دل تھیں۔

مگر بادل بیگم کو اس وقت بادل مدرسہ کے پرنسپل چند سخت کہے ہوئے لفظوں کی یاد تنگ رہی تھیں۔

"مجھے ہی کاندھا زیادہ سے زیادہ کھلانے کے لیے بادل بابا نے بیک سیٹنگ امزید ضبط مشکل تھا۔

"اپنی بات ہی دے رہے ہیں۔ اتنا بڑا دل کر لیا۔ اور کیا خدمت چاہ رہی ہیں آپ وہ بھی بتائیں۔"

اس کاٹ دار لہجے پر بادل کے چہرے پر ایک سایہ سا آ کر رہ گیا۔ وہ بولتے بولتے ایک دم خاموش ہو گئیں۔

"نظرہ ذرا دیکھیں جا کر، چائے آ رہی ہے یا نہیں۔"

"نظر صاحب نے خود ہی قابو پاتے ہوئے انہیں وہاں سے ہٹانا چاہا۔ نظرہ بیگم کیمیکل لفظی کرنے والی نہیں تھیں۔ ان کی غیر موجودگی میں نہ جانے کیا بات نکل جاتی۔ نظر صاحب پر تو انہیں اب ذرا بھی بھروسا نہیں رہا تھا۔

"چائے آ رہی ہے، کیا! آپ اپنی بات پوری کریں۔"

سارے معاملے کو برا ہو راست اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے وہ بڑے معتبر انداز میں مخاطب کر بیٹھیں۔

تب بادل کے میاں جو سفید کلف دار شلوار قمیص پہن کر آنے کے باوجود بھی ان کے شاندار ڈرائنگ روم سے بالکل میچ نہیں کر رہے تھے ذرا اور سمٹ کر بیٹھ گئے۔ تب بادل نے مجھے اپنی بات کا سرا ہاتھ آ جانے کے لیے تو تم سے یہ کہہ کر کوئی بھی نہیں ہے جو کچھ بھی کہہ لو سن لیتی۔ خونی رشتوں میں تو تم کر تمہارے ہیں کے سوا میرا کون ہے۔ اللہ تم کو لمبی عمر عطا کرے۔" ان کی آواز بھرانے لگی تو انہوں نے بات ادھوری چھوڑ کر اپنی آنکھیں خشک کیں۔

نظر صاحب کی مرضی یہیں تھی۔ ورنہ امبرین کے لیے چند بہت اچھے رشتے بھی تھے۔ "بیگم سیف اللہ کے پاس بیٹھتے ہوئے انہوں نے آدھا چمچ اور آدھا جھوٹ ملاتے ہوئے صفائی پیش کی۔

آس پاس بیٹھی ان ساری کلف زدہ خواتین کو اپنے اپنے حساب چکانے کا موقع ملا۔

"آپ کے ماحول سے کافی مختلف لوگ ہیں امبرین کے لیے ایڈجسٹمنٹ کا مسئلہ ہوگا۔" بیگم واحدی نے چند سال پہلے اپنی بہن کی شادی پر نظرہ بیگم کے ریمارک کو بخوبی یاد رکھا ہوا تھا۔ سو وہی دہرا دیا۔

"ہاں یہ تو ہے۔" نظر صاحب نے لگتا ہے بہت جلدی میں فیصلہ کیا ہے؟" ہوری کمال تائید کرنے میں پیچھے نہیں رہیں۔

"نظر صاحب نے کچھ سوچا ہوا ہوگا۔ اتنا بڑا بزنس ہے۔ بیٹے کے ساتھ داماد کا بھی شیئر کروا دیں گے۔" ایک اور پرزہ نہ ہو تم نے خیال پیش کیا۔

نادرہ بیگم سخت جز بز سی ہوئی ان قیاس آرائیوں میں گھری بیٹھی رہیں۔

"تم نے بڑی جلدی کی نادرہ! اگلے مہینے میرا بھانجا

UrduPhoto.com

گیا بادل کے چلے جانے کے بعد نظر صاحب نے کہا تو کچھ بادل سے جواب نہیں بن پڑا۔

جہاں آرا کے لیے جس لڑکے کا رشتہ آیا تھا۔ اسے نظر صاحب نے اوکے کر دیا۔ تو امبرین کے ولیمہ کے ساتھ جہاں آرا کی منگنی کا پروگرام بھی بن گیا۔

نادرہ بیگم کو کیا اچھی ہوئی تھی۔ ویسے بھی امبرین کی مہندی اور بارات سر پر تھی۔ ایک فکر سے جان چھٹی تھی تو دوسرا بکھیڑا منہ کھولے سامنے کھڑا تھا۔

مہندی اور بارات دونوں ہی دن وہ اپنے سرکل کی ساری "معزز خواتین" کے سامنے تھیں بھی۔

سی رہیں۔ امبرین کی بارات میں آنے والوں کی سادگی سے لے کر دلہن بنی امبرین کا سنتا ہوا سوٹ تک انہیں شرمندہ کر رہا تھا۔ حالانکہ برائی کسی میں بھی نہیں تھی مگر سارا مسئلہ "کلاس" کا تھا۔

"نظر صاحب کی مرضی یہیں تھی۔ ورنہ امبرین کے لیے چند بہت اچھے رشتے بھی تھے۔" بیگم سیف اللہ کے پاس بیٹھتے ہوئے انہوں نے آدھا سچ اور آدھا جھوٹ ملاتے ہوئے صفائی پیش کی۔

آس پاس بیٹھی ان ساری کلف زدہ خواتین کو اپنے اپنے حساب چکانے کا موقع ملا۔

"آپ کے ماحول سے کافی مختلف لوگ ہیں امبرین کے لیے ایڈجسٹمنٹ کا مسئلہ ہوگا۔" بیگم واحدی نے چند سال پہلے اپنی بہن کی شادی پر نادرہ بیگم کے ریمارک کو بخوبی یاد رکھا ہوا تھا۔ سو وہی دہرا دیا۔

"ہاں یہ تو ہے۔" نظر صاحب نے لگتا ہے بہت جلدی میں فیصلہ کیا ہے؟" ہوری کمال تائید کرنے میں پیچھے نہیں رہیں۔

"نظر صاحب نے کچھ سوچا ہوا ہوگا۔ اتنا بڑا بزنس ہے۔ بیٹے کے ساتھ داماد کا بھی شیئر کروا دیں گے۔" ایک اور پرزہ نہ ہو تم نے خیال پیش کیا۔

نادرہ بیگم سخت جز بز سی ہوئی ان قیاس آرائیوں میں گھری بیٹھی رہیں۔

"تم نے بڑی جلدی کی نادرہ! اگلے مہینے میرا بھانجا

آرہا ہے کینیڈا سے عمیرہ اور امیرن کے لیے تھا۔"
ابھی ان سے بھی میں نے ذکر کیا تھا وہ بھی خوش
ہو رہی تھیں۔ [illegible] بیگم سیف اللہ کی
آواز میں کچھ ایسا تھا اور زیادہ انہیں کچھ [illegible] کر گیا۔
اپنے رنج میں انہوں نے ایک بار بھی اسی بات پر
غور نہیں کیا کہ امیرن کے پہلو میں بیٹھا ارسلان کتنا
اچھا لگ رہا تھا اور آپا جان اور جانی آرا کتنی محبت
بھری نگاہوں سے بار بار امیرن کو دیکھ رہی ہیں۔
انہیں صرف رنج ہے اور بھرے بیٹھے ہیں۔
اگلے دن حضور کے قریب جب امیرن ارسلان کے
ساتھ آئی تو اس کے چہرے پر پھیلا ہوا خوشیوں کا عکس
بھی ان کے ملال کو کم نہ کر سکا۔
"معلوم نہیں کیا جلدی تھی تمہارے ابو کو جو میری
بچی کو اس گھر میں بھیج دیا۔" ذرا سی
تنہائی میسر آتے ہی امیرن کو ان کا [illegible]
"بیگم امی!" وہ بے چاری ابھی محض ایک دن کی
دلہن تھی۔ [illegible] ساری باتوں کو
دہرانے سے وہ رک گئی تھیں۔ وہ کل ہوئی تھی۔
"امی! ارسلان بہت اچھے ہیں اور خالہ جان اور
آپا بھی۔ آپ خواہ مخواہ ان لوگوں کو غلط نظر سے
دیکھ رہی ہیں۔" آخر کار انہیں [illegible]
[illegible] عقل پر ماتم کرتی رہیں۔
"زیادہ ہو گئی [illegible] کوشش میں مت
رہنا۔ ہو میں کہہ رہی ہوں اسی میں تمہاری بھلائی
ہے۔ ان لوگوں کو زیادہ منہ لگانے کی ضرورت نہیں
ہے۔ جلد تمہیں الگ گھر میں شفٹ [illegible]
امیرن [illegible] پر افسوس ہو رہا تھا۔
اسے اپنی کمزوری کا بھی احساس تھا اور آپا جانی اور
ارسلان [illegible]
بھی۔
"امی! ان کے حالات سے خالہ جان [illegible] بھی
کوئی مدد تو نہیں چاہی۔ خالہ اور ارسلان [illegible]
کر رہے ہیں اپنی محنت سے کر رہے ہیں۔ بھی ابو کے
آفس میں جاب تک کے لیے انہوں نے نہیں کہا۔"

اس کے بعد حسن کی پیاس [illegible]
لیے سب سے زیادہ اہمیت اختیار کر گئی [illegible]
بچا تھا سلسلہ جیسے ارسلان کے ساتھ [illegible]
لگے کئی دن بعد بیگم کو اپنی کنٹرول [illegible]
بالکل ہی سے [illegible]
امیرن بس ایک آدھ بار آئی اور وہ بھی [illegible]
لیے ان کے مشوروں سے بچنے کے لیے [illegible]
جہاں آرا کو بھی ساتھ لے کر آتی تھی۔
سسرال والوں کی چاہت کا نیا نیا خمار ہے [illegible]
میں ہی اتر جائے گا۔
بلورہ بیگم نے خود کو تسلی دے کر اگلے دن [illegible]
گپ کے بعد بیگم سیف اللہ کے ہاں جانے [illegible]
بتایا۔ ان کا کئی بار فون آ چکا تھا۔ اور [illegible]
لیے ان کے گھر سے بہتر کوئی دوسری جگہ [illegible]
بہت دن بعد وہ دل لگا کر تیار ہو گئیں [illegible]
دیے کلائی کے گرد [illegible] سے بچتے ہوئے [illegible]
سیاہ اور تیتی۔
ڈائننگ کے چھوٹے چھوٹے نائس [illegible]
پہنتے ہی ان کا کھویا ہوا اعتماد بحال ہونے لگا۔

"[illegible] نکل گئی ہو۔"
[illegible] آواز اونچی میں صاف سنائی دے
رہی [illegible] بلورہ بیگم خود وہ کر
[illegible] شامل ہونے کے لیے
[illegible]
[illegible] آپ آئی تھیں [illegible]
[illegible] نہ جانے
[illegible]" بیگم بلورہ نے
[illegible] آواز رنگ میں ڈوبی ہوئی تھی۔
[illegible] شریف اور سیدھے لگ رہے
[illegible] بلورہ اور ان کی بچی تو
[illegible] بھی کیسے مل جاتے ہیں
[illegible] بیگم سیف اللہ! امیرن اس
[illegible] کیسی لگ رہی تھی؟" بڑے
[illegible] بیگم سیف اللہ کی رائے بھی طلب
[illegible]
[illegible] گم سم سی ہو کر کھڑی رہ گئیں۔
[illegible] تعلقات سے بھی گزارا
[illegible] امیرن کے بارے میں
[illegible] ہوا تھا۔
[illegible] معلوم نہیں کیا ذیل کی
[illegible] سیٹ کی [illegible]
[illegible] کافی بڑا کیس یا بزنس میں
[illegible] ہی جاتا ہے۔ بہر حال اپنی
[illegible] ورنہ بے چاری کو یہاں
[illegible] کون پوچھتا۔"
ابھی تو جب بھی اسے دیکھتی ہوں گی
[illegible] اس غریب کا بنے گا کیا؟ ماں باپ کی
[illegible]
[illegible] ہمدردی بیگم سیف اللہ کی تھی جو
مسکراہٹ گہری ہوتے [illegible]
[illegible] لیے کیڈز والے بھاگنے کے لیے
[illegible] کا اظہار کر رہی تھیں اور جن کی
[illegible] تے قدموں نے اپنی طرف [illegible]
آگے بڑھ چکی تھیں کہ ہر ایک کی
[illegible] ہو کے رہ گئی تھیں۔ اور ان سے اپنے
[illegible] سمجھ کر اترائی

[illegible]
بلورہ بیگم نے ایک اجنبی سی نگاہ چاروں طرف ڈالی۔
شاندار لائی سے وہ ان گنت بار گھر سے سر اٹھائے
گزرتی چلی جاتی تھیں۔ آج اس نے پہلی بار ان کے
قدم اٹھائے تھے۔
اندر سے قہقہوں کی آوازیں بدستور آ رہی تھیں۔
نہ جانے موضوع گفتگو وہی تھیں یا اب کسی اور کی
باری تھی۔ وہ ایک لفظ بھی مزید سننا نہیں چاہ رہی
تھیں۔ تیز قدموں سے چلتی ہوئی وہ گاڑی تک آئیں
تو ڈرائیور جو ابھی ابھی دوسرے ڈرائیور کے پاس گپ
شپ کے ارادے سے جا کر بیٹھا تھا انہیں دیکھ کر
تیزی سے بھاگا آیا۔
"امیرن کی سسرال چلو۔" انہوں نے اسے
ہدایت دیتے ہوئے سیٹ کی پشت سے سر ٹکاتے
ہوئے خود کو کمپوز کرنے کی کوشش کی۔
"رویوں کی بدصورتی کا احساس ہمیں اس وقت
تک کیوں نہیں ہوتا جب تک وہ خود ہمارے ساتھ نہ
برتے جائیں۔"
زندگی میں پہلی بار آپا جانی کا سامنا کرنے سے وہ
ابھی سے سخت شرمندگی محسوس کر رہی تھیں۔

posted by mina@oneurdu.com
UrduPhoto.com